حفیظ جالندھری کی شاعری میں تمثالوں کاتجزیاتی مطالعہ

سید طاہر علی شاہ[1]، ڈاکٹر نبیل احمد نبیل**

Abstract:

"Hafeez Jalandahri names among those poets who have earned worldwide fame. His specialty is the use of images and imagination to observe and study Universe with open eye. He created and coated poetic images with intense feelings and emotions. He beautifully used hid inner feelings to portray external elements from nature. He uses universe and human attributes in classical way to communicate his images."

ابو الاثر حفیظ جالندھری چوہان مسلم راجپوت گھرانے میں 14 جنوری 1900ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شمس الدین تھا۔ انہوں نے 1940ء میں وفات پائی جبکہ والد ہ کا نام بتول تھا جنھوں نے 1925 ء میں وفات پائی۔چار سال کی عمر میں ابتدائی اسلامی اور قرآنی تعلیم کی غرض سے محلے کے مسجد میں داخل ہوئے بہت جلد ناظرہ ختم کیا ۔ اپنے والدین کے حوالے سے حفیظ جالندھری کہتے ہیں:

> ’’میرا خاندان تقریبا دو سو برس (اب اڑھائی سو برس) پیشتر چوہان راجپوت کہلاتا تھا ۔ میرے بزرگ ہندو سے مسلمان ہوگئے اور اس پاداش میں اپنی املاک وغیرہ کھو بیٹھے۔ البتہ سورج بنسی ہونے کا غرور مسلمان ہونے کے باوجودساتھ رہا جو میری ذات تک پہنچا اور ختم ہوگیا۔‘‘(۱)

ڈاکٹر محمد زکریا لکھتے ہیں:

> ’’آپ کے بزرگ مغل بادشاہ فرخ سیر کے دور حکومت(1713ء تا 1719ء) میں اپنا آبائی مذہب ترک کرکے مسلمان ہوگئے تھے۔ بادشاہ نے انہیں جالندھر میں جاگیر عطا کی تھی۔ جو 1857ء میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی میں حصہ لینے کے جرم کی پاداش میں ضبط کی گئی۔‘‘(۲)

حفیظ جالندھری کو سکول کی تعلیم میں کوئی خاص رغبت نہ تھی یہی وجہ تھی کہ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کرسکے اور جتنی تعلیم حاصل کی وہ بھی خلاف طبیعت تھی۔اس کے بارے میں جمیل یوسف صاحب کے اُن ہی الفاظ کو قلم بند کیا ہے وہ اپنے متعلق کہتے ہیں :

> ’’حساب سے میری جان جاتی تھی ۔ ہر روز حساب کے وقت بھاگ جاتا تھا۔ دوسرے دن پٹتا تھا ۔ یہ بھاگنے پٹنے کی جنگ چار سال تک جاری رہی۔ پھر بھاگنا غالب آیا اور میں ہمیشہ کے لیے بھاگ نکلا۔‘‘(۳)

حفیظ جالندھری کو شعر و ادب سے شروع ہی سے لگاؤ تھاجو کہ فطری تھا۔ بچپن میں اکثر محلے میں میلاد کی محفلوں میں نعتیں اور مسدس حالی کے اشعار ترنم سے پڑھا کرتے تھے۔ حفیظ جالندھری کی طبیعت میں سنجیدگی اور ٹھہراؤ نہ تھا۔ جس کے باعث اکثر گھر کے افراد پریشان رہتے تھے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ حفیظ جالندھری کی شادی کردی جائے۔ سولہ سال کی عمر میں حفیظ کی شادی ہوگئی مگر پھر بھی عادات و وطوار میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی ۔ آخر کار گھر والوں نے عطر اور خوشبوئیات کی دکان کھول دی۔

وہ واقعہ جس نے حفیظ کی زندگی کو یکسر بدل دیا جب ان کی عمر 17 سال تھی۔ 1917ء میں پنجاب پبلسٹی کے اہتمام ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں نئے اور پرانے شعراء نے شرکت کی ۔ ہر شخص کی کوشش تھی کہ انعام کو مستحق ٹھہرے اس وجہ سے ہر شخص نے اپنے طور پر

---

[1]پی ایچ ڈی اسکالر، نادرن یونیورسٹی
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور

خوب صورت انداز میں طبع آزمائی کی۔

ماسٹر ہر گوپال نے خاص طور پر حفیظ کو تقریبا مجبور کیا کہ وہ لازمی کچھ لکھ کر اس مشاعرے میں سنائے اور والدہ سے بھی کہہ ڈالا۔

’’ماسٹر جی حفیظ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں ان کی والدہ کے پاس لے گئے انہوں نے حفیظ کی والدہ سے کہا ، آپا جی اسے کمرے میں بند کردیجیے اور جب تک یہ ایک نظم یا غزل نہ لکھ لے اسے باہر نہ نکالئے۔‘‘ (۴)

بس پھر کیا تھا حفیظ نے جو نظم اور غزل تحریر کی اس کو پہلا انعام ملا اور حفیظ گولڈ میڈل کے مستحق قرار پائے اور لوگوں نے اس نوجوان کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ واپسی پر وہ میڈل سنار کے پاس لے گئے اور بیوی کے لیے زیورات خرید لیے۔

مولانا گرامی جو ایک بلند پایہ فارسی کے شاعر تھے ۔اُنھوں نے حفیظ جالندھری کے بارے میں نظم کی صورت میں اظہارکیا:

فصاحت مجسم بلاغت مصور　　کلام حفیظ است اللہ اکبر
معانی دل آویز و الفاظ دلکش　　کلام حفیظ است یا سلک گوہر
معانی در آغوش الفاظ پنہاں　　باب است ماہی بہ آتش سمندر
معانی در الفاظ پنہاں و پیدا　　بہم کردہ فکر ش مگر شیر و شکر
مصیح معظم بلیغ مکرم　　حفیظ سخن گو حفیظ سخن ور
بہ فہرست معنی ست نامش مقدم　　بہ بزم گرامی کلاش موخر
بطرز آخرینی بہ بطع بلندش　　بود آسماں کا گاہ محقر
گرامی سحر گفت مالک بگوشم
زبان حفیظ است یا موج کوثر(۵)

حفیظ کی زندگی نشیب و فراز سے بھرپور تھی ایک مرتبہ نواب صاحب کے قریبی رقاصہ نے فرمائش کی کہ اس کی شان میں قصیدہ تحریر کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے ایک نظم لکھی جس میں اس کے کردار ، اخلاق اور رویوں پر تضحیک، لعن طعن اور ملامت کا اظہار کیا گیا تھا ۔ رقاصہ نے جب نظم سنی تو اس کی حالت غیر ہوگئی اور نواب صاحب کا پارہ چڑھ گیا ۔ یہاں تک کہ نواب نے حفیظ کو زنداں میں ڈال دیا اور تین دن تک مقید رکھنے کے بعد ریاست بدر کردیا۔ حفیظ صاحب نے فرمائش پر جونظم لکھی تھی اس نظم کے چند اشعار ملالحظہ فرمائیں:

شرم اور عزت والیاں　　ہوتی ہیں، عصمت والیاں
وہ حسن کی شہزادیاں　　پردے کی ہیں ، آبادیاں
چشم فلک نے آج تلک　　دیکھ نہیں ان کی جھلک
سرمایہ شرم و حیا　　زیور ہے ان کے حسن کا(٦)

1927ء کے قریب آپ نے اپنی شہرہ آفاق نظم "شاہنامہ اسلام"لکھنی شروع کی اور کچھ عرصے میں ہی اس کی پہلی جلد میں ڈھائی ہزار اشعار لکھ ڈالے۔

’’"شاہنامہ اسلام" کی پہلی جلد کی تقریب رونمائی 1938ء میں شملہ میں ہوئی جس میں اس وقت کی اہم شخصیات نے شرکت کی اور ایک ایک جلد ہزار روپے کی خرید ی ۔ حفیظ صاحب کو اس قدر منی آرڈر آئے کہ محکمہ ڈاک نے ایک الگ ڈاکیہ مقرر کردیا۔‘‘(۷)

آپ نے پاکستان کا قومی ترانہ لکھنے میں بھی حصہ لیا جس میں 800 شعراء سے زائد شعراء نے حصہ لیا۔ دوسال کی انتھک محنت کے بعد افسر شاہی نے اسے منظور کرلیا۔حفیظ جالندھری نے اپنی زندگی میں کئی ملازمتیں کیں اور کئی عہدوں پر فائز رہے ۔ صدر ایوب خان نے انہیں محکمہ تعمیر نو میں مشیر مقرر کیا جبکہ انہی کی خواہش پر شاہنامہ اسلام کی مزید جلدیں لکھیں لیکن اسے یہ عہدہ بھی پسند نہ آیا اور اس سے مستعفی ہوگئے ۔ یہ مایہ ناز شاعر 1982ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

حفیظ جالندھری کی تیرہ شعری تصانیف ہیں جبکہ نثر میں سات کتابیں لکھیں بچوں کے لیے انہوں نے پانچ کتابیں تصنیف کی ۔ حفیظ جالندھری 1927 سے 1947ء تک بیس برس کے دوران "شاہنامہ اسلام" کی چار جلدیں مکمل کرلیں ۔ ایک مختاط انداز ے کے مطابق اس میں تقریبا دس ہزار کے قریب اشعار ہیں۔

حفیظ کی شاعری میں بنیادی طو ر پر تین رجحانات نظر آتے ہیں ۔ پہلا رجحان ان کی منظریاتی نظموں کا ہے جس میں طلوع و غروب آفتاب و مہتاب، ستارے، ابر و برق و باد، اس کے علاوہ مختلف موسموں کے حوالے سے پہاڑ، دریا، وادیوں وغیر ہ کے مناظر قابل ذکر ہیں جن میں ان کے مشاہدے کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

اُن کا دوسرا رجحان مذہبی تھا کہ جب انہوں نے مذہب اور اخلاق سے متعلق نظمیں لکھنی شروع کیں جن کا اظہار "نغمہ زار" اور "سوز وطن" میں ہوتا ہے اور اس کا سفر "تلخابہ شیریں" اور "چراغ سحری" سے شرو ع ہوتا ہے ۔

تیسرا رجحان ان کی شاعری میں سیاسی اور سماجی رجحان ہے جن کے اثرات ان کے ابتدائی کلام میں نظرآتے ہیں ۔ "چراغ سحری " میں یہ رنگ زیادہ واضح نظر آتا ہے ۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے متفرق موضوعات پر نظمیں تخلیق کیں ۔ جن میں غریب ، مفلس اور نادار طبقات کی تشنہ آرزوؤں کو زبان دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

منظر کشی، تصویر نگاری،محاکات نگاری اور تمثال کاری میں حفیظ کا مقابلہ کسی بھی عرب یا ایرانی شاعر سے کیا جاسکتا ہے اور کئی جہتوں میں حفیظ کو ان پر فوقیت حاصل ہے ۔ حفیظ مظاہر قدرت اور فطرت کے جزئیات کی فہرست پیش نہیں کرتا بلکہ اپنی کھلی آنکھوں سے ان کا تجزیہ کرتا ہے ۔ ظاہر کی آنکھ سے دیکھ کر دل کی آنکھ سے احساسات، جذبات اور کیفیات میں ڈبوکر حواس کا ایک تمثال تراشتے ہیں یہی وجہ ہے کہ امر و القیس ہو، ابوالا آباء ، رودکی یا پھر منوچہری ، فطرت نگاری ، محاکات نگاری ، تصویر کشی ، تمثال تراشنے میں حفیظ کا اپنا مقام و مرتبہ ہے ۔

آپ کی شاعری میں رنگ ، آہنگ ، صوت، ترنم اور غنائیت کے عناصر غالب ہیں ۔ ڈاکٹر محمد خان اشرف اس حوالے سے کہتے ہیں:

> ’’حفیظ کی نظموں کا اہم ترین جزو ان کا آہنگ، ترنم اور غنائیت ہے ۔ ان کی شاعری لفظوں کی صوتی ہم آہنگی ایک رواں دواں جوئے بار ہے جو ایک پل کے لیے کہیں نہیں رکتی۔ غنائیت حفیظ کی شاعری کا نمایاں جوہر ہے۔‘‘(۸)

نظمیہ کلام۔ تمثالی عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

حفیظ نے بسا اوقات اپنے کلام میں حسی تمثالوں کو مختلف انداز میں پیش کیا۔ مثلاً:

فلک پر ایک کارواں — کہاں سے آگیا کہاں
کوئی صدائے پا نہیں — جرس نہیں درا نہیں(۹)

یہاں حفیظ جالندھری ستاروں کو ایک چلتے کارواں اور حرکت نجوم کو کبھی صدا (آواز) اور کبھی جرس(گھنٹی) اور کبھی درا(تیز آواز) کی مناسبتوں سے مماثل کرکے احساس سماعت کو مرتعش کرکے سمعی تمثال (Auditory image)تخلیق کرتے ہیں۔ اسی نظم کے ایک اور بند میں حفیظ لکھتے ہیں:

اٹھی حسینہ سحر — دلہن کے سر پر تاج زر
لباس نور زیب پر — چڑھی فراز کوہ پر
وہ خندہ نگاہ سے — پہاڑ طور بن گئے
وہ عکس جلوہ گاہ سے — سحاب نور بن گئے
نوائے جوئبار اٹھی — صدائے آبشار اٹھی
ہواؤں کے رباب اٹھے — خوش آمدید کے لیے(۱۰)

یہاں مسلسل خوابیدہ تمثال(Continuous Hyponagogic image) کے اندر ہجوم تمثال (Image cluster)نظر آتا ہے ۔ "صبح" کو ایک مجسم حسینہ کا روپ دے کر جزئیات سحر کو ایک مشاطہ کی مانند ایک ایک پہنایا جارہا ہے ۔ کہیں لباس نور سے اس کے حس کو بڑھاکر بصری تمثال(visual image) مرتعش کیا کہیں فراز کوہ کہہ کر حرکی تمثال(Kinetic image)کو مرتعش کیا ۔ اس طرح نوا اور صدا کے ذریعے سمعی تمثال (Auditory image)تخلیق کیا یعنی صرف نمود صبح سے ذہن میں ایسی تصویر بنی کہ جس میں ایک حسینہ زرق برق لباسِ نور پہن کر بلند پہاڑوں سے مسکراتے ہوئے جلوہ افروز ہے۔یہ وہ کمال فن ہے جو دوسروں سے حفیظ جالندھری کو ممتاز کرتا ہے ۔

حفیظ جالندھری کے کلام سے ایک اور جھلک ملاحظہ ہو:

دنیائے انساں شہر خموشاں | دیکھے بھلا کون رنگ گلستاں
ہنستے ہیں غنچے کھلتی ہے کلیاں | ہر شاخ رقصاں ہر پھول خنداں
سبزے میں ساری ایک روح جاری | پتوں پر طاری ایک کیف لرزاں
ہر برگ گل پر | موتی جڑے ہیں
موتی ہی موتی | بکھرے پڑے ہیں
قدرت کی ہر شے
گویا دلہن ہے
باریک ململ تاریک آنچل | چہرے پہ ڈالے گھونگھٹ نکالے
شب کی ردا میں | دھندلی ضیاء میں اپنی حیا میں
چپ ہے مگن ہے
گویا دلہن ہے(۱۱)

حفیظ جالندھری کی اس نظم"تاروں بھری رات" کے اس بند کو پڑھیں تو چھٹ پٹے کے بعد جب مدہم روشنی میں پھیکا اندھیرا ابھرنا شروع ہوتا ہے تو جو اشیاء بھلی یا بری لگتی ہیں ان کا زیادہ تر تعلق ہماری بصارت ہی سے ہوتا ہے ۔ یہاں پر مدہم روشنی کو "باریک ململ" اور پھیکے اندھیرے کو "تاریک آنچل" چھاجانے کو "گھونگھٹ " اور "ردا" سے کم ، روشنی کو "دھندلی ضیاء" اور اشیاء کے نظروں سے اوجھل ہونے کو حیاء سے مماثل قرار دے کر مرکب مجر د تمثال(Compound abstract image)تخلیق کی گی ہے جن کا بنیادی تعلق بصارت سے ہے۔

نظم "تاروں بھری رات" کا ایک اور بند ملاحظہ ہو:

دلکش نظارے شب زاد سارے | ندی کی تہہ میں رقصاں ہیں تارے
گاتی ہیں لہریں گیت ایسے پیارے | چپ دم بخود ہیں دونوں کنارے
ہر سمت سبزا سرمست صہبا | لیٹا ہے کیسا پاؤں پسارے
یہ سرسراہٹ | سرگوشیوں کی
ہر گام آہٹ | خاموشیوں کی

ندی کا پانی
محو روانی
چلتا مچلتا پہلو بدلتا بہتا بہاتا کچھ گنگناتا
تاروں کا دفتر سینے کے اندر رہ رو
زمین پر
ضو آسمانی
ندی کا پانی(۱۲)

اس بند میں حفیظ جالندھری نے بڑے دلکش اور اچھوتے انداز میں اندھیری رات میں ستاروں کے منظر کو ندی کی سطح پر جھانکتے ہوئے کناروں کے ساتھ سبزہ اور ان سے ٹکراتی ہوئی لہروں کی خاموشی کی ایک جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے ۔ شفاف پانیوں میں جب لہریں اٹھتی ہیں تو سیاہ آسمان کے دامن میں چمکدار ستارے پانی کی تہہ میں رقصاں نظر آتے ہیں ۔ یہاں رقص کے ذریعے بصری اور حرکی (Visual,Kinamatic image) تمثال پیدا کی ہے اور سبزہ کے ساتھ "پاؤں پسارے" کے ذریعے مجرد تمثال(Abstract image)تخلیق کرتے ہیں ۔ سرسراہٹ، سرگوشی، آہٹ ، خاموشی چاروں ایک ہی قبیل کے الفاظ ہیں جومرکب سمعی تمثال(Compound Auditory image)بناتے ہیں۔

حفیظ جالندھری کی ایک اور نظم "راوی کی کشتی " کو اگر پڑھا جائے تو انہوں نے راوی کی کشتی ، رات کا منظر، اندھیرے کا چھاجانا کو انسانی معاشرے میں نفسیات کے لبادے میں چھپاکر اپنے جذبات و احساسات کی ترسیل تمثالی انداز میں کی ہے۔ وہ نظم میں کہتے ہیں:

ایک طرف سائے کو لپٹائے ہے پل سویا ہوا
چاندنی پر ریت کا ہے جزو کل سویا ہوا
اوڑھ کر مغموم بیوہ کی طرح چادر سفید
کروٹیں لیتی ہے راوی ناشکیب و ناامید(۱۳)

حفیظ نےپہلے شعر میں راوی کے پل کی ویرانی، رات کے وقت اندھیرے کے چھاجانے اور پل سے نیچے نظر آنے والی ریت کے منظر کو سکوت و سکون میں تنہا سیاہ قبا کے اوڑھے ہوئے بیوہ سے مشابہ کرکے ایک خوابیدہ مجر د تمثال(Hypnagogic abstract image)تخلیق کی ہے ۔ جبکہ دوسرے شعر میں راوی کے پانیوں میں اضطراب ، سفید مائل چمکیلی سطح اور اس کے پیچ و خم کو ایک "مغموم بیوہ" کی علامت میں مجتمع کرکے مرکب بصر ی تمثال (Compound visual image)تخلیق کی ہے ۔ حفیظ نے ہمیشہ اپنے ارد گرد کے ماحول سے اشیاء کا چناؤ کرکے اسے ایک نقطہ پر مرکوز کرنے کے بعد داخلی کیفیات کو اسی نقطہ کے ذریعے تمثال میں بدل کر ترسیل کا کام انجام دیا ہے ۔

حفیظ جالندھری نے تمثال کاری ، محاکات کاری، منظر نگاری میں ایک منفرد مقام اور انداز پایا ہے یہ ان کا فطری میلان تھاوہ نہ تو اپنے وقت کے شعراء کے مقلد رہے نہ ہی کسی خاص رجحان یا تحریک سے براہ راست متاثر ہوئے۔ معاشرتی، سیاسی اور مذہبی واقعات نے انہیں گاہے بہ گاہے متاثر کیا جس کے اثرات ان کے فن و شخصیت پر دیکھے جاسکتے ہیں خصوصا کشمیر میں قیام کی وجہ سے ان کی منظر نگاری ، منظر کشی، لفظی مصوری کی خصوصیات بڑھتی چلی گئیں ۔ اس حوالے سے ان کی کئی شاہکار نظمیں موجود ہیں ۔ مگر ان کی تخلیق کردہ نظم "شام رنگیں" واقعی قلم کی مصوری، بولتی تصویر، منظر نگاری، حسی، بصری اور سمعی مرتعش تمثالوں سے بھرپور ہے ۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

عکس شفق نے کی اس طرح ذرفشانی
گھل مل کے بہہ رہے ہیں ندی میں آگ پانی

اوڑھے سیہ دو پڑے سر سبز وادیوں نے
زیور اتار ڈالے گلزار زادیوں نے

شرم و حیا کی سرخی چہرے پر چھارہی ہے
شام اس کو دیکھتی ہے اور مسکرا رہی ہے(۱۴)

پہلے شعر میں حفیظ عکس شفق، زرفشانی، آگ پانی اور بہاؤ کے ذریعے ٹھوس بصری تمثال کا مرکب (Concrete visual image)پیش کیا ہے ۔ جس سے دوونوں حِسیّں متحریک نظر آتی ہیں ۔ اس طرح شعر نمبر دو میں اندھیرے کا وادیوں میں چھاجانا ، اوڑھنے اور رنگین پھولوں کا نظروں سے اوجھل ہونا "زیوراتارنے" سے منسوب کیا ہے اور ایک ایسی دلہن کی تصویر پیش کی ہے جو زیورات اتار ڈالے۔ یقینا اس مصرعے ثانی کے ذریعے مرئی تمثال (Living image)پیداکی ہے۔ تیسرے شعر میں غیر مرئی تمثال(Non living image)کو ایک داخلی کیفیت سے جوڑ کر خارجی منظر سے ہم آہنگ کیا ہے ۔ لڑکی کی خوب صورتی اور مشرقیت شرم و حیا میں ہے اور جب وہ ایسے عمل سے گزرتی ہے تو کائنات کا رنگ اس چہرے پر عیاں ہوتا ہے ۔ "شام" جب عکس اس چہرے پر دیکھتی ہے تو مسکرادیتی ہے ۔ یہاں حفیظ نے خوابیدہ اور غیر مرئی تمثال(Hypnagogic, Non living image)متحرک کی ہے۔

حفیظ نے اپنی داخلی کیفیات کی ترسیل کے کوئی نئی چیز نہیں اپنائی بلکہ اس کائنات میں پھیلے ہوئے مظاہرقدرت اور مظاہر فطرت انسانی زندگی کے مختلف رخ و احساس و رویے ہی ان کے لیے کافی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ الفاظ ، اشیاء احساس ، رویے اور موسم ان کے سامنے کھیلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں انہوں نے عام زندگی کے مضبوط رنگ و آہنگ کو اٹھایا ہے ان کی ایک نظم"شام" کے چند اشعار:

شام آئی ہے سکوں کا جال پھیلائے ہوئے
ساحرہ بیٹھی ہے کالے بال پھیلائے ہوئے

بے زباں خاموشیاں جاگیں صدائیں سوگئیں
شورِیش چپ سوگئیں خاموشیوں میں کھو گئیں

جھاڑیاں کالی ردائیں اوڑھ کر چپ ہوگئیں
بند کلیاں اپنی خوشبو سے لپٹ کر سوگئیں(۱۵)

پہلے شعر میں حفیظ نے سکون کو جال سے تشبیہ دے کر اولی تمثال اور دوسرے مصرعے میں شام کو "ساحرہ" اور اندھیرے کو "کالے بال" کے استعارہ بنا کر استعمال کرکے تمثال ثانی کے ذریعے (Visual concrete image)تخلیق کرتے ہیں جبکہ پہلے مصرعے میں بصری تمثال(Visual image)کو متحرک کیا ہے۔

دوسرے شعر میں آواز کا نہ ہونا ، خاموشی ہے اور اس خاموشی کو مزید نکھارنے کے لیے بے زبان کا لفظ استعمال کیا ۔ صداؤں کو کھوکہہ کر مزید خاموشی کو ظاہر کیا ہے جس کے ذریعے انہوں نے سمعی تمثال(Auditory image)تخلیق کیا ہے۔

تیسرے شعر میں اندھیرے کو "کالی ردا"سے جبکہ خوشبو عدم پھیلاؤ کو لپٹ اور سونے سے تشبیہ دے کر تمثال اولی کے ذریعے مشامی تمثال(Olfactory image)کو متحرک کیا ہے جس سے مشامی حس کو تحریک ملتی ہے ۔ اس لیے خوشبو کا ہونا یا نہ ہونا دونوں صورتوں میں مشامی حس کے متحرک ہونے کی نشاندہی ہے۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

فلک پہ بے تحاشا دوڑتے تھے ابر کے گھوڑے
کڑکتی بجلیاں برسا رہی تھیں آتشیں کوڑے(۱۶)

یہاں حفیظ نے آسمان پر رونما ہونے والی تیز رفتار تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے کیونکہ انسان تقدیر کو آسمان سے منسلک کرتا ہے اور حفیظ ان تغیرات کو "ابر کے گھوڑے" سے مماثل کرتے ہوئے تمثال ثانی کے ذریعے سے ایک تمثال تخلیق کرتے ہیں مگراس تمثال کے مرکب اثرات ہیں

سے یعنی ابر اور گھوڑے سے کوئی جامد تصویر ذہن میں تخلیق نہیں ہوتی ۔ بلکہ حرکت ، تیز رفتاری عدم ٹھہراؤ جیسی تصویر بنتی ہے جو کہ بیک وقت بصری اور حرکی(Visual & Kinematic Image)تمثال کو ظاہر کرتی ہے۔اس کےساتھ ساتھ شاعر نے سبعیت(Zoomorphism) سے بھی کام لیا ہے جبکہ اگلے مصرعے میں بجلی کے کڑکنے کو "آتشین کوڑے" سے تعبیر کیا ہے جس سے ذہن میں ظلم، جبر اور استحصال کے ساتھ ساتھ شعلے اور آگ کی بے رحمی آتی ہے ۔ یہاں آتشین کوڑا تمثال ثالث کے طور پر سامنے آیا ہے جو کہ علامت ہے یہ کسی شے کا نمائندہ نہیں بلکہ خود مکفی ہے۔ایک اور نظم''اب خوب ہنسے گا دیوانہ''میں یوں اظہار کرتے ہیں:

سرد مہری
اب جاڑا جھنڈا گاڑے گا
اور فیل فلک چنگھاڑے گا
اب بھوت فلک پر چڑھ دوڑیں گے
دھرتی کو ہلائیں گے
ہنسنے کے مزے اب آئیں گے
اب خوب ہنسے گا دیوانہ(۱۴)

اس نظم کے ابتدائی اشعار کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حفیظ کی تخلیقی صلاحتیں کس قدر وسیع تھیں اور اشیاء کے استعمال میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کرتے تھے۔ جھنڈا گاڑنا فتح مندی، اقتدار، آمد اور دور اقتدار کے آغاز کی علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے اس علامت کو حفیظ نے براہ راست سردی سے موسوم کیا۔ سردیوں میں لگنے والے جھڑی اور بادلوں کی گرج ایک استعارے "فیل" اور چنگھاڑ کو ظاہر کرتے ہیں جس میں شاعر نے سبعیت(Zoomorphism) سے کام لے کر سمعی تمثال (Auditory Image)کا استعمال کرکے ہیبت، حرکت اور آواز کی حس کو مرتعش کرنے کی کوشش کی ہے۔"بھوت" خوف، ہنگامے کی علامت کے طور پر استعمال ہوتا ہے جو کہ عصبی اور عضویاتی تمثال(Kinaesthetic and organic image)ہے۔

حفیظ جالندھری کی محاکات کاری اور تمثال کاری کو تجزیاتی نگاہ سے دیکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ نے اپنے داخلی خیالات کے اظہار کے لیے خارجی مظاہر کا سہارا لیا۔ اپنی داخلی سوچ کی ترسیل کے لیے جو واسطہ چنا وہ قدرت اور فطرت کے عطاء کردہ مناظر ، مظاہر اور ان کے جزئیات تھے اس کے علاوہ آنے تمدن کیفیات کو انسانی حیسات ، محسوسات دیکھنے کے ساتھ ساتھ انسانی خواص کا لبادہ پہنانے کا بدرجہ آتم کاوش کی ہے ۔ اس ضمن میں انفرادیت کا تاج اس لیے حفیظ کے سر ہے کہ حفیظ نے اپنے دور کی روش و روایت سے ہٹ کر اپنے ایک الگ راہ کا نہ صرف تعین کیا بکہ دوسروں کی بے دریغ مخالفت کے باوجود اپنے قطب نما کی طرف مائل رہے اور ثابت قدم رہے یہی وجہ ہے کہ معاصریں نے زیادہ پسند نہ کیا مگر وقت کے قاضی کا فیصلہ انہی کے حق میں تھا کہ حفیظ منفرد تھا ہے اور رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔ ماہ نامہ نگار، جنوری۔فروری۱۹۴۱ ص ۱۱۵
۲۔ ڈاکٹر محمد زکریا ، حفیظ جالندھری انسائیکلو پیڈیا،پنجاب، لاہور،س ن
۳۔ جمیل یوسف، حفیظ جالندھری ،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۲۰۱۱، ص۱۴
۴۔ ایضاً
۵۔ حفیظ جالندھری ،فن و شخصیت،اکادمی ادبیات،اسلام آباد،۲۰۰۰، ص۱۴
۶۔ جمیل یوسف، حفیظ جالندھری ،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۲۰۱۱، ص۳۳
۷۔ ایضاً،ص ۴۱
۸۔ ڈاکٹرمحمد خان اشرف،رومانیت اور اُردو ادب میں رومانوی تحریک، ۱۹۹۸،ص۳۰۹۔۳۱۰
۹۔ خواجہ محمد زکریا،کلیاتِ حفیظ، الحمد پبلی کیشنز،لیک روڈ لاہور،۲۰۰۵،ص۲۳
۱۰۔ ایضاً،ص۴۴
۱۱۔ ایضاً،ص۱۱۱۔۱۱۲
۱۲۔ ایضاً،ص۱۱۳
۱۳۔ ایضاً،ص۲۴۵
۱۴۔ ایضاً،ص۲۴۷۔۲۴۹
۱۵۔ ایضاً،ص۲۵۹
۱۶۔ ایضاً،ص۳۱۰
۱۷۔ ایضاً،ص۵۳۲